تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد ۰۱ شمارہ ۰۶، ۲۰۲۴

Article

Interlingual Experiments in Comic Poetry
(With special reference to Syed Zameer Jafri and Dilawar Fugar)

مزاحیہ شاعری میں بین اللسانی تجربات

(سید ضمیر جعفری اور دلاور فگار کے خصوصی حوالے سے)

[1]Dr. Parveen Akhtar Kullu, [2]Iqra Shehzadi, [3]Noreen Arif
[1]Associate Professor Department of Urdu, Government College University Faisalabad
[2,3] M.Phil Scholar, Department of Urdu, Government College University Faisalabad
Correspondence: drparveenkallu@gmail.com

[1]ڈاکٹر پروین اختر کلّو، [2]اقراء شہزادی، [3]نورین عارف

[1]ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد [2,3]ایم۔فل اسکالر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

ABSTRACT: The changing trends and psychological and social problems have completely changed human life after the creation of Pakistan, comic poetry took a new direction. The year 1947 proved to be a harbinger of freedom and humor. Happiness and humor are a requirement of human instinct and a human and temporal need. The literature created after the establishment of Pakistan is equipped with new themes, modern styles, and new inter-linguistic strategies. The comic poets created a new stand by creating humor from words of other languages, word changes, and manipulation. For three decades after the establishment of Pakistan, Syed Muhammad Jafari, Majeed Lahori, Nazir Ahmed Sheikh, Syed Zameer Jafari, and Dilawar Fugar continued to shine the sky with elegance and enrich satire and comic poetry with new interlingual experiments. In this article, I will analyze the interlingual experiments in comic poetry with special reference to Syed Zameer Jafari and Dilawar Fugar.

KEYWORDS: Comic Poetry, Freedom of Pakistan, Humor, Modern Styles, Syed Muhammad Jafari, Majeed Lahori, Nazir Ahmed Sheikh, Syed Zameer Jafari, Dilawar Fugar, Freedom of Pakistan, Syed Muhammad Jafari

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/mn2vg925
Received:04-06-2024
Accepted:08-07-2024
Online:10-07-2024

cc BY

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

بدلتے رجحانات اور نفسیاتی اور سماجی مسائل نے انسانی زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے قیام پاکستان کے بعد مزاحیہ شاعری نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ ۱۹۴۷ء کا سال آزادی کے ساتھ ساتھ مزاح کے لیے بھی ایک نوید ثابت ہوا۔ خوشی اور مزاح انسانی جبلت کا تقاضا اور انسانی اور وقتی ضرورت ہے۔۔ قیام پاکستان کے بعد تخلیق ہونے والا ادب نئے نئے موضوعات اور جدید اسلوب، اور نئے نئے بین اللسانی حربوں سے آراستہ ہے۔ مزاح نگار شعراء نے دیگر زبانوں کے الفاظ، لفظوں کی تبدیلیوں اور لفظی ہیر پھیر سے مزاح پیدا کر کے ایک نئی ریت قائم کی۔ قیام پاکستان کے بعد تین دہائیوں تک سیّد محمد جعفری، مجید لاہوری، نذیر احمد شیخ، سید ضمیر جعفری اور دلاور فگار آسمان ظرافت پر چمکتے رہے اور طنز و مزاحیہ شاعری کو نئے نئے بین اللسانی تجربوں سے مالامال کرتے رہے۔ اب ہم سید ضمیر جعفری اور دلاور فگار کے خصوصی حوالے سے مزاحیہ شاعری میں بین اللسانی تجربات کا جائزہ لیں گے۔

سید ضمیر جعفری

جہلم سے چودہ میل کی مسافت پر منگلا اور دینہ کی وادی میں ایک گاؤں چک عبد الخالق کے نام سے آباد ہے یہ سادات کی بستی سے شیر شاہ سوری کے زمانہ میں عبد الخالق نے جو سید ضمیر جعفری کے مورث اعلی تھے۔ انہوں نے اسے آباد کیا سید عبد الخالق کا مزار آج بھی گاؤں سے تین چار فرلانگ کے فاصلے پر موجود ہے۔

سید ضمیر جعفری کی تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک تاریخ ولادت یکم جنوری ۱۹۱۷ء قرار دی گئی ہے۔ ایک تاریخ ولادت جنوری ۱۹۱۴ء قرار دی گئی ہے۔ ماجد صدیقی ضمیر جعفری کی پیدائش کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

> "ان کی تاریخ پیدائش کیا تھی؟ اس کا اپنا کہنا یہ ہے کہ تین تاریخیں سنتے ہیں آتی ہیں۔ دو تاریخیں ۱۹۱۵ اور ایک ۱۹۱۴، مہینہ کسی کو یاد نہیں بالآخر یکم جنوری ۱۹۱۷ء کو اختیار کر لیا گیا۔"(۱)

آپ کا اصل نام سید ضمیر حسین شاہ ہے جبکہ ادبی دنیا میں آپ کو سید ضمیر جعفری کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر سے ملتا ہے۔ گاؤں کے پرائمری سکول سے باقاعدہ تعلیمی سلسلہ کا آغاز کیا۔ مڈل پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں داخلہ لیا۔ میٹرک کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج کیمبل پور (اٹک) سے ایف اے اور مزید تعلیم کے لیے کالجوں کا رخ کیا۔ اور ۱۹۳۸ء میں بی۔ اے کی ڈگری اسلامیہ کالج لاہور سے حاصل کی۔

سید ضمیر جعفری نے ۲۵ روپے کی معمولی تنخواہ پر دفتری کلرکی سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ اللہ نے سید ضمیر کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔ بڑے فرزند کا نام سید احتشام ضمیر جبکہ چھوٹے کا نام سید امتنان ضمیر ہے اور بیٹی کا نام تابندہ رکھا۔ بابائے ظرافت سید ضمیر جعفری اردو ادب کے وہ قلم کار جس نے اس وقت تک جنبش قلم کو نہیں روکا جب تک ان کے قوی

جواب نہیں دے گئے۔ ۱۲ مئی ۱۹۹۹ کو یہ چراغ گل ہو گیا۔ آپ کی تدفین گوجر خان میں ہوئی۔ سید ضمیر جعفری کی وفات پر ملک کے تمام اخبارات ورسائل نے خصوصی نمبر نکالے اوران کو خراج تحسین پیش کیا۔

شعری مجموعے

- کارزار ۱۹۴۰ء، جزیروں کے گیت ۱۹۵۴ء
- لہو ترنگ ۱۹۵۶ء
- مافی الضمیر
- ارمغان ضمیر ۱۹۷۰ء
- من کے تار
- میرے پیار کی زمین
- ولایتی زعفران ۱۹۷۷ء
- مسدّس بدحالی
- من میلہ
- زبور وطن
- قریہ جاں
- ضمیریات
- ضمیر ظرافت
- گہوارہ ۱۹۹۰ء
- کھلیان
- نعت نذرانہ
- بن بانسری ۱۹۹۴ء
- نشاط تماشا
- نغمہ زنجیر ۱۹۹۴ء
- بھنور اور بادبان
- وہ پھول جن کا نام نہیں ۱۹۹۴ء
- من مندری ۱۹۹۶ء

- نثری تصانیف
- ہندوستان میں دوسال
- جنگ کے رنگ ۱۹۵۳ء
- حرف وحکایت
- ملایا اور اس کے لوگ ۱۹۵۸ء آنزیری خسر
- ہک نارما
- کتابی چہرے
- حفیظ نامچہ
- اڑتے خاکے
- گورے کالے سپاہی
- ضمیر حاضر ضمیر غائب
- میٹھا پانی
- نظر غبارے ۱۹۹۰ء
- آخری سلیوٹ
- سورج میرے پیچھے
- سفر نامہ وخبر نامہ
- خوش کشید
- کنگرو دیس میں
- بھید بھرا شہر ۲۰۰۳ء
- عالمی جنگ کی دھند میں ۲۰۰۲ء
- مسافر شہر نو ۲۰۰۵ء

ضمیر جعفری کی شاعری میں بین اللسانی تجربات

ضمیر صاحب بھی خوب تھے، کہیں نثر میں نمایاں ہوئے تو کہیں نظم میں۔ وہ کبھی ضمیر حاضر ہوتے تو کبھی غائب، دونوں صورتوں میں تقریبات اور دلوں میں موجود ہوتے، وہ اپنے سادہ، مخلصانہ لہجے، عمدگی سے مزاح میں پروئے لفظوں، جملوں، کھکھلاتے، شرارتیں کرتے اشعار اور دونوں کے ساتھ مضبوط تعلق کے باعث عمر بھر اپنے وجود کی طرح نمایاں رہے۔ حکیم محمد سعید لکھتے ہیں:

> "ضمیر کے بارے میں یہ کہنا ہر طرح صحیح اور درست ہے کہ انھوں نے ادب صحافت شعر و سخن اور مزاح ہر محاذ پر عہد آفریں اضافے کیے ہیں۔ رزم بزم دونوں کو اپنے خونِ جگر سے لالہ زار بنایا ہے۔"(۲)

مزاحیہ شاعری میں ضمیر جعفری کو "پیرومرشد" کا درجہ حاصل ہے مزاح کی تخلیق میں جس سادگی اور پرکاری سے انہوں نے زندگی کے چہرے سے نقاب سرکایہ ہے اور اس کے اظہار میں جس شائستگی اور تہذیب فن کا ثبوت دیا ہے، اس جادو سے شعر ادب کی تاریخ پہلے آشنا نہ تھی۔ ضمیر جعفری نے اپنی شاعری میں اُردو کے علاوہ دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال جس انداز میں وہ اپنی مثال ہے۔

گلیم بوزر و دلق اویس و چادر زہرا
کئ بد بخت، اس ورثے کو بھی نیلام کرتے ہیں
نہیں شکوہ جناب شیخ کی کج روائ کا
جو راون سے نہ ہو پایا وہ سیتارام کرتے ہیں (۳)

شعر میں موجود ترکیب "کج روائ" فارسی زبان سے ماخوذ صفت "کج" کے بعد رفتن مصدر سے مشتق صیغہ امر "رو" بطور لاحقہ فاعلی لگا کر اس کے بعد "ی" بطور لاحقہ کیفیت لگانے سے مرکب بنا جو اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے اور آخری صرعے میں راون "اور سیتارام" ہندی زبان کے الفاظ کا استعمال کر کے بین اللسان کا حربہ استعمال کیا ہے۔

سید ضمیر جعفری کی مزاح سے بھرپور شاعری کا خاصہ یہ ہے کہ انھوں نے معاشرتی سطح پر ہر اس پہلو کی ترجمانی کی ہے جسے معاشرتی بگاڑ اور انسانیت سوزی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ضمیر جعفری نے معاشرتی ناہمواریوں، بے اعتدلیوں، خرابیوں، تخریب کاریوں، عہدی خرافات جیسے پہلوؤں کو کچھ اس انداز میں پیش کیا ہے۔ کہ زیر لب مسکراہٹ اور کبھی قہقہوں میں تلخی اور

کڑواہٹ کی شدت عام فہم اور قابل قبول بن جاتی ہے۔ ضمیر جعفری کی شاعری میں بی السانی تجربات پر ہر دوسرے تیسرے شعر میں نظر آتے ہیں جو ان کی شاعری کو انفرادیت بخشتے ہیں۔

مزاجوں میں یوں لیڈری" آگئی ہے
کہ گھر گھر کی اپنی الگ پارٹی ہے
کوئی شیر ہے تو کوئی لومڑی ہے
یہی اپنی لے دے کے "انڈسٹری" ہے(۴)

لیڈری، پارٹی اور انڈسٹری انگریزی زبان کے الفاظ ہیں۔ جسے اردو میں استعمال کرکے مزاح کا حربہ استعمال کیا گیا۔

ملوں، پرمٹوں، کارخانوں کے جھگڑے
سیاست کے "نو دولتانوں" کے جھگڑے
زبانوں، بیانوں، ترانوں کے جھگڑے
دستر خوان لقمہ اٹھانے پہ جھگڑا
وہ جھگڑا کے دانے دانے پہ جھگڑا(۵)

مندرجہ بالا شعر میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے لفظ "پرمٹ، انگریزی زبان کا لفظ ہے جسے پنجابی کا جمع کا صیغہ لگا کر پرمٹوں" بنا کر مزاح کا حربہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح "نو دولت" لفظ کا مطلب ہے اچانک ملی ہوئی دولت " جسے جمع کا صیغہ استعمال کر کے نو دولتانوں بنایا گیا ہے۔

ضمیر جعفری نے مروجہ لسانی روایات سے بغاوت کی اور اپنی نئی لفظیاتی ساخت کو پنپنے دیا۔ ضمیر جعفری نے بغیر کسی تکلف کے ہر زبان کے الفاظ استعمال کیے ہے مثلاً اشعار دیکھیے:

طلب یہ کہ دنیا میں اونچی ہونیشن
عمل یہ کہ جلسے میں اک ریزولیوشن(۶)

مسجد جامع میں پڑھوانی ہے اک پبلک نماز
لیکن اپنی اپنی صف میں ہونگے محمود و ایاز(۷)

گریجویٹ ایل ایل بی لفنگ آتے تھے گھر اس کے
کئ شاعر فقط دیدار منگ آتے تھے گھر اس کے
سول سروس کے مرغان و ملنگ آتے تھے گھر اس کے
پولیس کے مجرمان خشت و سنگ اتے تھے گھر اس کے(۸)

ان اشعار میں نیشن، ریزولیوشن، گریجوایٹ، ایل ایل بی، سول سروس انگریزی الفاظ ہیں۔ خشت وسنگ فارسی الفاظ ہیں، "لفنگ" ہندی لفظ ہے جس کے اردو میں معنی بد چلن کے ہے۔ ضمیر جعفری نے انگریزی الفاظ کا بر محل استعمال کیا ہے۔

وہ چانسلروں کو چانس نہیں دے
ناری تھی مگر نر ناری تھی(۹)

ڈیڈی ڈاڈا اجلے ابیض
ممی نانو نسواری تھی
پکی ہوئی گندم گوں سرسوں
اور سرسوں بھی پوٹھواری تھی(۱۰)

ان اشعار میں چانسلروں، چانس، ڈیڈی اور ممی انگریزی زبان کے الفاظ ہے۔ حالانکہ ان کے اردو متبادلات پیش کیے جاسکتے تھے لیکن ضمیر جعفری نے مزاح پیدا کرنے کے لیے ان الفاظ کا استعمال کیا ہے:

جانے کس نام سے ہیں یہ بدنام
میں کہوں گا پرنس گل اندام"(۱۱)

مندرجہ بالا شعر میں اُردو کے علاوہ انگلش اور فارسی کو یکجا کیا گیا ہے۔ مثلاً پرنس انگریزی زبان کا لفظ ہے اور گل اندام" فارسی زبان کا لفظ ہے۔

چھپ گیا ہے جو کلام خوب اس کے نام سے
وہ اڑایا اس نے اک "تنجانی المرغام" سے(۱۲)

"تنجانی المرغام" عربی زبان کا لفظ ہے۔

ٹاٹوں سے نکل کر دیکھ کبھی تو بھی لسنٹاٹوں کی بستی

یہ کھیل تماشوں کا میلہ یہ سیر سپاٹوں کی بستی
دیسی سمراٹوں کا رضا، افرنگی لاٹوں کی بستی
ہر شام ہے شام بہار یہاں ہر رات شب بیدار یہاں
نورن میری پیاری نورن! آتو بھی کبھی اک بار یہاں (۱۳)

سپاٹوں، لاٹوں سنسکرت زبان کے لفظ ہے۔ ضمیر جعفری کے ہاں بین اللسانی تجربات کی وسعت نظر آتی ہے انہوں نے انگریزی، ہندی عربی، فارسی حتیٰ کہ سنسکرت زبان کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔ ضمیر جعفری نے مروجہ بین اللسانی روایات سے بغاوت کی اور اپنی نئی لفظیاتی ساخت کو پروان چڑھایا دیگر زبانوں کے الفاظ کو اپنی شاعری میں بلا تکلف استعمال کیا ہے۔ نظم "سیاست نامہ" دیکھیے:

قول فیصل "ہر کسے راہبر کارے ساختند"
اس کہاوت میں جو تھی مت ہم نہ سمجھے اس کا تت
وائے جہل اے وائے کم فہمی کہ ہر مملکت
تیرہ جاں افراد سے قومی ستارے ساختند
ریت کے گارے سے مسجد کے منارے ساختند
از کف بے روز گاراں اور گارے ساختند
مونس از بیگانگاں و محروم از نامحرماں
تف بہ ایں دانش صف دشمن سے سے یار ساختند
کچھ تراشیدہ جواہر کی ضرورت تھی مگر
بے حساب بے کتاب بے ساختند (۱۴)

اس نظم میں فارسی الفاظ کا بہت احسن طریقے سے بین اللسانی تجربہ کیا گیا ہے۔ سونے پہ سہانے والی بات کے اردو شعر کا فارسی قافیہ کہنا کوی آسان کام نہیں لیکن ضمیر جعفری نے اس خوبی سے نظم کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

ضمیر جعفری کی شاعری آسان اور سادہ الفاظ کی حامل ہے۔ انہیں جو لفظ آسان اور بر محل اور مناسب معلوم ہوتا تھا، بلا تکلف استعمال کر ڈالتے تھے۔ انہوں نے جس روانی سے انگریزی الفاظ کا استعمال کیا ہے وہ ان کی فکری تربیت کا نشان ہے اور مزاح کا الگ حرجہ ہے۔ مثالیں دیکھیے:

امریکہ بھیج کر یہ سمجھتے تھے والدین
جب ملک ہے "سپر" تو سپر ہو گیا بشیر
حالات جو پسر نے لکھے والدین کو
حالات یہ تھے "بے بی سٹر" ہو گیا بشیر (۱۵)

مندرجہ بالا شعر میں انگریزی لفظ "سپر" کی تکرار کی ہے۔ جس سے مزاح دوبالا ہو گیا اور لفظ "بے بی سٹر" انگلش زبان کا ہے۔

میں کسی کو بھی اذیت دوں میرا شیوہ نہیں
میں نہیں کہتا میرے گھر عاشقی کرنے کو آ
ہاں کبھی تھوڑی سی تو وابستگی کرنے کو آ
لو " نہیں اگر ممکن تو لانڈری" کرنے کو آ(۱۶)

فکر نیل وکا شغرر رکھتا ہوں میں
کتنا لمبا درد سر رکھتا ہوں میں
مقتل عزم سفر رکھتا ہوں میں
ایک" فٹ" فٹ پاتھ پر رکھتا ہوں میں(۱۷)

یہاں لفظ "فٹ" استعمال ہوا ہے اس کے اردو میں دو معنی ہے ایک "فٹ" کے معنی بلندی کے ہیں اور دوسرا فٹ پاتھ یعنی راستہ کے ہیں۔ ان الفاظ کو از راہ مزاح استعمال کیا گیا ہے۔

جو نصاب سیاست بگھارا گیا
اس طرف ٹائم ٹیبل ہمارا گیا
پھر بپھرنے لگے بیل آفات کے
پھر اسی رح حوادث کا دھارا گیا
سرخ دھبہ ہے اور اوراق تاریخ پر
جس طرف چیف جسٹس اتارا گیا

اب تو جی میں بھی کوئی دھجی نہیں

آخر آنر ایبل ادارہ گیا(۱۸)

نظم " المیہ " چیف جسٹس سپریم کورٹ کی پر طرفی ہر لکھی گئ۔ اس میں ضمیر جعفری نے اردو اور انگریزی الفاظ کے لسانی تجربات کیے ہیں۔ ضمیر جعفری معاشرتی تلخیوں اور کجرویوں کو مزاح کی چاشنی کے قالب میں ڈھال کر اس طرح قبول صورت بنا دیتے ہیں کہ تلخی ایام کو ہنس کر پینے کو جی چاہتا ہے۔

دلاور فگار

دلاور فگار نے ۸ جولائی ۱۹۲۸ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام دلاور حسین ہے۔ ۱۹۲۲ء میں ہائی سکول کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ان کے والد بھی سکول میں استاد تھے۔ والد ہائی سکول کے بعد ان کی مزید تعلیم کا بندوبست نہیں کر سکتے تھے۔ والد کی وفات کے بعد اسی ادارے میں استاد بن گئے۔ ۱۹۵۳ء میں بی اے کیا اور اس کے بعد معاشیات میں ایم اے کیا۔ بدایوں میں کافی نامور شاعر گزرے ہیں۔ وہاں مشاعرے بھی منعقد ہوتے تھے جن میں دلاور فگار بھی شرکت کرتے۔ پہلے اپنا تخلص شباب رکھا بعد میں فگار کر لیا۔ ۱۹۵۶ء میں ان کی بہترین طنزیہ نظم "الو قلموں کی ممبری" نے لوگوں کو متاثر کیا۔ دوسرا مجموعہ "حادثے" ۱۹۵۴ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کے بعد ان کے مزاحیہ قطعات، نظمیں مختلف مشاعروں میں بھی سنائی دینے لگی۔ اسی دور میں ان کی نمائندہ نظم "شاعر اعظم" شائع ہوئی۔ پھر وہ وقت آیا جب انہیں "شہنشاہ ظرافت" اور "اکبر ثانی" جیسے خطابات سے نوازا گیا۔

دلاور فگار کے شعری مجموعوں پر اگر بات کی جائے تو مزاحیہ شعری مجموعوں میں "انگلیاں فگار اپنی"، "آداب عرض"، "مطلع عرض ہے"، "ستم ظریفیاں"، "خدا جھوٹ نہ بلوائے"، "چراغ خنداں" "شامت اعمال"، اور "کہاسنا معاف کرنا" شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے تراجم بھی کیے ہیں جن میں جمی کارٹر کی کتابوں کا اردو ترجمہ "خوب تر کہاں" کے نام سے کیا تھا۔

دلاور فگار کا نام بھی قیام پاکستان کے بعد ابھرنے والے مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ اس سے پہلے سنجیدہ شاعری کرتے رہے بعد میں مزاحیہ شاعری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں اپنا نام اور مقام پیدا کر لیا۔ دلاور فگار خود اپنی کتاب "شامت اعمال" میں اپنے بارے میں کہتے ہیں:

ہے دلاور حسین میرا نام

اور تخلص فگارؔ بہرِ کلام

ہے بدایوں مرا عزیز وطن

یہ ہمیشہ سے ہے مرا مکن

میں عروض سخن سے واقف ہوں

مختصر یہ کہ فن سے واقف ہوں

نہیں ہوتا اگر میں طنز نگار

چور بنتا نہ کوئی ساہو کار

''آہ''کو''واہ''میں سموتا ہوں

دوسروں کو ہنسا کے روتا ہوں(۱۹)

۲۱ جنوری ۱۹۹۸ء کو دلاور فگار خالق حقیقی سے جا ملے۔ انہیں کراچی کے پاپوش نگر کے قبرستان میں آسودۂ خاک کیا گیا۔

دلاور فگار کی مزاحیہ شاعری میں بین اللسانی تجربات

دلاور فگار کی شاعرانہ عظمت کو ہندوستان اور پاکستان دونوں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ابتدائی عمر سے ہی شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں طنز و مزاح میں نام پیدا کر لیا تھا اور وہ سنجیدہ شاعری سے ہٹ کر مزاح نگاری کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ اس حوالے سے آشکار رقم طراز ہیں:

''دلاور فگار پاکستان اور ہندوستان کے ممتاز اور مقبول طنز و مزاح نگار شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے ابتدائی دور میں غزلیں بھی کہی ہیں اور اردو غزل گوئی میں ان کے استاد جناب نوائی مرحوم، جناب آفتاب احمد جوہر مرحوم اور مولانا حامی مرحوم رہے ہیں۔ صرف آٹھ دس سال غزل کے کوچہ میں راہ نوردی کر کے وہ طنز و مزاح کی طرف مائل ہوئے اور اب تک اسی رنگ پر قائم ہیں۔ غزل لکھنا تقریباً ترک کر دی ہے۔''(۲۰)

ان کی شاعری میں عمدہ طنز ملتا ہے۔ انہوں نے طنز و مزاح نگاری میں بین اللسان کے مختلف حربے استعمال کیے ہیں۔ انہوں نے قوت تخیلہ کا استعمال نہایت عقل مندی کے ساتھ کیا۔ وہ قوت کا استعمال کر کے ہی بین اللسان کے ذریعے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ انہوں نے مختلف حربوں سے مزاح پیدا کیا ہے اور سماجی مسائل کو واضح کر کے قاری کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی رقم طراز ہیں:

"دلاور فگار نے مزاح کے تمام معروف حربے برتے، لفظی مزاح سے لے کر تضمین، تحریف اور صورتِ واقعہ سے مزاح پیدا کرنے کی مقصد و صورتیں ان کے یہاں جلوہ گر ہیں۔ ان کی قدرت متخیلہ بھی عمدہ اور بالیدہ تھی۔ وہ بات سے بات پیدا کرنے کا فن خوب جانتے تھے۔"(۲۱)

آپ کی شاعری میں طنز و مزاح کی جھلک دراصل ان کے جذبات کی عکاسی ہے۔ وہ جو کچھ معاشرے میں دیکھتے ہیں اسے لفظوں کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری عوامی زندگی ادبی تضاد اور سماجی مسائل کی حقیقی تصویر پیش کرتی ہے۔

چھپا ہے آج سیاست میں یہ اہم اعلان
کرایہ کے لیے خالی ہے اک وسیع مکان
لکھا ہوا ہے ابھی اس مکان پر "ٹولیٹ"
جو اس میں رہنا ہے صاحب تو ڈونٹ بی ٹولیٹ (۲۲)

دلاور فگار کی چھوٹی نظموں کے مقابلے میں طویل نظمیں زیادہ توجہ طلب ہیں۔ توجہ طلب اس معنی میں ہیں کہ دلاور فگار لفظوں کے ساتھ ساتھ خیال کی مدد سے بھی مزاح کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ یعنی قاری کو نظم سے سرسری گزرنے کے بجائے غور و فکر کے ساتھ سننے پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان کی نظمیں "ایک گدھا میدان سیاست میں"، "میں اپنا ووٹ کس کو دوں"، "شاعر اعظم" اور "گدھے کا قتل" میں بین اللسانی تجربات کے ساتھ ساتھ سماجی زندگی کے کسی نہ کسی قبیح پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ نظم "گدھے کا قتل" کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بارہ بنکی سے ملی ہے یہ المناک خبر
ایک انسان نے کیا ایک گدھے کا مرڈر
اس چہ ظلم است کہ بادیدہ تری بینم
تیغ قاتل ہمہ برگردنِ خرمی بینم (۲۳)

۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ بارہ بنکی (یوپی) سے یہ دل گداز خبر ملی کہ ایک آدمی نے ایک گدھے کو صرف اس لیے مار دیا کہ وہ اس کے کھیت میں گھس گیا تھا۔ یہ واقعہ اس نظم کی تخلیق کا محرک ہے۔ اس نظم میں دلاور فگار انگریزی الفاظ اور فارسی کے تو پورے

پورے مصرعے نظر آتے ہیں۔ "Murder" کا لفظ اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ فارسی شعر کا مطلب ہے یہ کیا ظلم ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اب بھی زندہ ہے، میں نے دیکھا کہ قاتل کا چاکو ہمیشہ واپس آتا ہے۔ دلاور فگار کی اور بھی نظموں میں انگریزی اور فارسی کے بین اللسانی تجربات سامنے آتے ہیں۔ فارسی فرہنگ کی کثرت ان نظموں کے سماجی ماحول اور مجموعی فضا سے مطابقت رکھتی ہے۔ دلاور فگار کی نظموں میں فارسی کی پر تکلف ترکیبوں اور اضافتوں کی بھرمار ہے۔ مثال دیکھیں:

یا وہ ٹیلیفون پر لڑکے سے کہدے "ہلو"
"من ترا شوہر بگویم تو مرا زوجہ بگو"
کاش بر آئے کسی خاتون کے دل کی مراد
اہل دعا از من و از جملہ جہاں امین آباد(۲۴)

اس نظم میں فارسی کہاوت کی تضمین کی گئی ہے۔ دلاور فگار کی زبان اور اظہار بیان پر پیچ نہیں بلکہ بالعموم راست اور واضح ہوتا ہے۔ دلاور فگار نے بین اللسانی تجربات میں لفظی مرقع نگاری بھی پیچیدہ قسم کی نہیں ہے۔ بلکہ ولاور فگار اپنی شاعری میں الفاظ کا انتخاب نہایت متوازن انداز کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں غیر ضروری یا غیر موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ ان کی نظموں میں انگریزی الفاظ جابجا نظر آتے ہیں۔ پروفیسر دلی بخش قادری کتاب "آداب عرض" کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"فگار کا حافظہ بہت اچھا ہے۔ انہیں عروض سے واقفیت ہے۔ زبان پر قدرت حاصل ہے اور فطرتاً شاعر ہیں۔ اردو نظم میں انگریزی الفاظ کے برجستہ استعمال، پیوندکاری اور تصرف میں ایک معیار رکھتے ہیں۔"(۲۵)

دلاور فگار نے انگریزی زبان کے جو بین اللسانی تجربات کیے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

پارسل جب وقت پر آیا تو سب حیران تھے
آج تو بالکل ہی اِن ٹائم تھا اپ ٹوڈیٹ تھا
بعد ازاں تحقیق پر یہ راز سربستہ کھلا
پچھلے دن کا پارسل چوبیس گھنٹے لیٹ تھا(۲۶)

اے مرے ان بارن بیٹے اے مرے وڈبی پسر
کون کہتا ہے کہ تجھ کو حق پیدائش نہیں
صرف اتنی عرض ہے کچھ روز مہلت دے مجھے
اس مہینے کے بجٹ میں کوئی گنجائش نہیں(۲۷)

دلاور فگارؔ نے بچوں کی تعداد تو نہیں گنوائی لیکن کثرتِ اولاد سے معاشی تنگدستی اور ماہانہ بجٹ کی تبدیلیوں سے پریشان ہو کر اپنے پیدا ہونے والے بچے سے التجا کرتے ہیں کہ ابھی "پیدا نہ ہو" قطعہ بہ عنوان "گنجائش" مزاح اور بین اللسان کی عمدہ مثال ہے۔ پہلے مصرعہ میں انگریزی الفاظ سے مزاحیہ اندازِ بیان اور چوتھے مصرعے میں مہینے کی بجٹ کے گڑبڑانے سے طنزیہ مضمون ادا کیا ہے۔ دلاور فگار کی نظم "آج کا اسٹوڈینٹ" طلبا کی نام نہاد قابلیت کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ بین اللسان کے زیر و بم سے کیفیات کی تصویر کشی کی ہے۔ لکھتے ہیں:

میں ہر ذلت کو اپنے حق میں اک آنر سمجھتا ہوں
میں ہر گھوڑے کو ٹٹو، ہر ہرن کو خر سمجھتا ہوں
میں اپنے ایگریکلچر ہی کو کلچر سمجھتا ہوں
میں ہر بھتنی کو شہناز و پری پیکر سمجھتا ہوں
میں سن سڑسٹھ کے ہر پکچر کی ہیروئن پہ مرتا ہوں
محبت میرا پیشہ ہے، یہ بزنس میں بھی کرتا ہوں(۲۸)

دلاور فگار کی لفظی مرقع نگاری میں انگریزی الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندی متحرک الفاظ بھی ملتے ہیں۔ اسی نظم میں لکھتے ہیں:

میں اب نیتا بنوں گا قوم کو راستہ دکھاؤں گا
بہت کچھ بن چکا الو، اب اوروں کو بناونگا(۲۹)

دلاور فگار کے مطابق دورِ جدید کا طالب علم، علم سے قطعی بیگانہ ہے۔ وہ معمولی علم سے بھی بہرور نہیں۔ اس کی توجہ حصولِ علم کے بجائے کھیل کود، سیاست، الیکشن اور تشدد کی طرف ہے۔

محاذِ جنگ پہ شاعر اگر کپتان ہو جائیں
مزا آتے جو دو ملکوں کے استادوں میں فائٹ ہو
نئے کاش بنائے جائیں فنی اصطلاحوں سے
مفاعیلن، مفاعیلن بجائے لیفٹ رائٹ ہو(۳۰)

دلاور فگار لفظوں کے چناؤ میں بڑا کمال رکھتے ہیں۔ انہوں نے شاعری میں رنگ بھرنے کے لیے بین اللسانی تجربات کیے۔ اردو کے علاوہ بھی نرم اور میٹھی زبانوں کے الفاظ برتے ہیں۔ جس میں انگریزی الفاظ کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔

نظم ”عشق کا پرچہ“ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

محو حیرت ہوں کہ وہ سینٹر تھا کتنا خوش خیال
عشق کے بارے میں پوچھا جس نے پرچہ میں سوال
عاشقوں کو علم میں پرفیکٹ سمجھا جائیگا
امتحاں ہوگا تو پوچھے جائینگے ایسے سوال
لیلی و مجنوں کے بارے میں کچھ اظہارِ خیال(۳۱)

پنجاب بورڈ کے ہائی اسکول کے امتحان میں ایک پرچہ میں ایک سوال میں امیدواروں سے محبوبہ کے نام ایک خط لکھوایا گیا۔ جس میں شادی کے لیے اس سے درخواست کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ ہنسی میں دلاور فگار نوجوانوں میں بڑھتی ہوئی عشق پروری پر لطیف طنز کرتے ہیں۔ پرچے کے سوالات کی مزاحیہ صورتِ حال اور بین اللسان پر قدرت کے ساتھ تخیل کی مزاحیہ اڑان بھی قابلِ غور ہے۔

عشقیہ موضوعات سے متعلق دلاور فگار کی ایک اور نظم ”عشق کے پانچ مرحلے“ کے عنوان سے مجموعہ کلام ”خدا جھوٹ نہ بلوائے“ میں موجود ہے۔ قدیم دور سے لے کر موجودہ عہد تک عشق کے بدلتے ہوئے تصورات و معیارات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ دلاور فگار اس تقابلی مطالعے سے مزاح نگاری کرتے ہیں۔

عاشقی اس دور میں اک خاص کلچر کا تھا نام
عید کے دن لکھ کے جاتا تھا سیویوں پر سلام
یا کسی دن دل میں جب اٹھی محبت کی ترنگ

اپنی محبوبہ کے گھر میں کاٹ دی اپنی پتنگ
ان دنوں بس میں نہیں جاتا تھا وہ جانِ بہار
پالکی میں مہہ وشوں کو لے جاتے تھے کہار
ان دنوں کانوں کے بندے میں لٹک جاتا تھا دل
چلمنوں کی ٹیلیوں تک میں اٹک جاتا تھا دل(۳۲)

دلاور فگار کے بین اللسانی تجربات میں عام طور پر فارسی اور ہندی الفاظ کا خوبصورت استعمال ملتا ہے۔ عشق کی تصویر کشی میں موازنے سے کام لے کر مضحک صورت حال پیدا کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ فارسی لفظ "مہہ وشوں" ہندی لفظ "چلمنوں" اس طرح اشعار میں کھپ گئے ہیں کہ اجنبی محسوس نہیں ہوتے۔

موضوعات کے انتخاب کے سلسلے میں کلامِ دلاور فگار کی انفرادیت مسلم ہے۔ انہیں ایسے ایسے موضوعات سوجھتے ہیں کہ جو منفرد بھی ہوتے ہیں اور یکتا بھی کہ دوسرے شعرا کے کلام میں ان کی تلاش کارِ زیاں ہی ثابت ہو جاتی ہے۔ مثال دیکھیں:

ہو چکا ہے اب تو میرس روڈ اک نام کہن
یعنی اس نقشِ کہن کو اب تو دھونا چاہیے
چونکہ سیدھی منزل شادی کو جاتی ہے یہ روڈ
اس سڑک کا نام میرج روڈ ہونا چاہیے(۳۳)

علی گڑھ کے میرس روڈ سے کون واقف نہیں۔ اسی روڈ پر گرلز ہاسٹل ہے۔ چسیان علی گڑھ کے ٹھکانے تک جانے والی یہ سڑک عشق و عاشقی کا مرکز و محور ہے۔ دلاور فگار عشق کی بدلتی ہوئی قدروں اور اس کی تیز رفتاری سے متاثر ہو کر اس کے نئے نام کی تجویز ہمارے سامنے رکھتے ہیں اور "میرج روڈ" کے نام سے مزاحیہ نظم لکھ کر ساتھ ہی انگریزی الفاظ کا تڑکا بھی لگایا۔ ان کے ہاں انگریزی الفاظ اپنے فطری رچاؤ کے ساتھ گھلے ملے نظر آتے ہیں۔ دلاور فگار نے انگریزی الفاظ بکثرت استعمال کیے ہیں۔ قطعہ "ہیڈ" انگریزی الفاظ کے استعمال کی عمدہ مثال ہے۔ جس میں یہ زبان انگریزی صدرِ شعبہ اردو کو موضوعِ مزاح بنایا گیا ہے۔

آپ یونیورسٹی میں کسی سوٹ پوش سے
میں نے کہا کہ آپ ہیں کیا کوئی سارجنٹ
کہنے لگے کہ آپ سے مسٹیک ہو گئی

آئی ایم دی ہیڈ آف دی اردو ڈپارٹمنٹ(۳۴)

مندرجہ ذیل قطعے میں انگریزی اور اردو کے الفاظ مل کر بین اللسان کی عمدہ عکاسی کر رہے ہیں:

کسی کو ذوق نے جنت سے کل یہ تار بھیجا ہے
کہ اہل ذوق میری خدمتوں کو بھول جاتے ہیں
مگر حالیؔ سے ہر اک صاحب دل کو عقیدت ہے
کوئی تیوہار ہو یہ لوگ ''حالی ڈے'' مناتے ہیں(۳۵)

مندرجہ بالا دونوں قطعات بین اللسان کے پر کیف اور برجستہ استعمال کی مثالیں ہیں اور یہاں انگریزی الفاظ کے مترادفات رکھ دیے جائیں تو نفسِ مضمون ہی فنا ہو جائے گا اور قطعے بے معنی یا غیر مزاحیہ ہو جائیں گے۔ زبان کا یہ استعمال فنی چابکدستی اور مہارت الفاظ کا متقاضی ہوتا ہے اور اسے نبھا جانا ہر شاعر کے بس میں نہیں۔ دلاور فگار اس پر قادر ہے۔ بین اللسان کی ایک اور مثال ان کی غزل بعنوان ''پیور غزل اِن ارڈو'' ہے۔ اس میں تقریباً نوے فی صد انگریزی کا ہی استعمال کیا گیا ہے۔ چند اشعار:

نہ ہو جب ہارٹ ان دی چسٹ پھر ٹنگ ان دی ماوتھ کیوں
ٹو بیوٹی فائی دس لائن، تھروسم رائٹ ان ارڈو
پولڑی کی نشتیں، کلچرل شو ہی سہی لیکن
پلیز اے صاحبانِ دل مجھے انوائٹ ان ارڈو
مری نظموں کا ایک والیوم ہے پبلشڈ ارڈو میں
دیر فور آئی وڈلانک اے کاپی رائٹ ان ارڈو(۳۶)

سات اشعار کی یہ اینگلو انڈین غزل بظاہر بہت آسان لگتی ہے۔ مگر لفظ و معنی کے ٹکراؤ اور انگریزی اردو کے بین اللسانی تجربے نے اسے قدرے مشکل بنا دیا ہے۔ یہ غزل دلاور فگارؔ کے فن قدرت کی غماز ہے۔ دلاور فگار نے صرف انگریزی سے ہی مزاح پیدا نہیں کیا بلکہ بیک وقت فارسی تراکیب بلکہ پورے پورے مصرعوں کو اس خوبصورتی سے اپنی نظموں میں سمویا بالکل گراں محسوس نہیں ہوتے۔ نظم ''احمقوں کی کانفرنس'' کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ایک خبر ہم نے پڑھی تھی کل کسی اخبار میں
احمقوں کا ایک جلسہ تھا کہیں بازار میں
سب سے پہلے اک بڑا احمق ہوا یوں شعلہ بار
جنٹلمین اینڈ لیڈیز آرو ہاٹ ایور یو آر
آج اعصابِ وطن پر عقل و دانش ہیں سوار
ختم ہوتا جا رہا ہے احمقوں کا اقتدار(۳۷)

ظاہر ہے کہ مضمون غیر مضحک اور سیاسی ہے۔ دلاور فگار نے بین اللسان کے ذریعے اسے مضحک بنایا ہے۔ دلاور فگار نے سیاسی ماحول کی عکاسی کی ہے اور انگریزی الفاظ کے استعمال میں ایک سلیقہ، روانی اور شائستگی کا عنصر بہر حال موجود ہے۔ جس طرح انگریزی کے پورے پورے مصرعوں سے ان کی شاعری ثروت مند رہی ہے۔ تو دوسرے طرف فارسی کے پورے پورے مصرعے ماضی کی ارتقاپذیر روایت کو حوصلہ افزا مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ اسی نظم احمقوں کی کانفرنس کے چند اشعار دیکھیے:

اس لیے ہم نے بنایا ہے یہ مینی فیسٹو
"من ترا احمق بگویم، تو مرا احمق لگو"
فطرتاً احمق ہو جو ازاں نہیں ہوتا وہ بد
سب سے اعلیٰ قسم کے احمق کو کہتے ہیں چغد(۳۸)

ان اشعار میں فارسی اور اردو کے بین اللسانی تجربات کیے ہیں۔ فارسی کے دو مصرعے استعمال کیے ہیں۔ اس نظم میں عوام کو احمق کہہ کر مزاح پیدا کیا ہے۔ زبان وبیان کی ندرت اور بین اللسان کو مختلف النوع لب ولہجہ میں بیان کرنا دلاور فگار کی شاعری کا حصہ رہا ہے۔ دلاور فگار نے سماجی مسائل اور معاشرتی برائیوں کو ایک منفرد اور اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے کہ ان پر یقین کرنا آسان بات نہیں ہے۔ محسن بھوپالی رقم طراز ہیں:

> "دلاور فگار کو سماجی ناہمواریوں اور معاشرتی برائیوں کو اپنے مخصوص طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں ادا کرنے کا بے پناہ ملکہ حاصل تھا۔ وہ لفظوں کی تکرار اور الٹ پھیر سے طنز پیدا کرنے کے علاوہ عام واقعات میں بھی طنز و مزاح کے پہلو تلاش کر لیتے تھے۔"(۳۹)

دلاور فگار کے مزاح میں تضحیک کا عنصر نہیں ملتا ہے۔ وہ طنز و مزاح کو اصلاحی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں بڑے انوکھے اور نرالے بین اللسانی تجربات ملتے ہیں۔ ان کے ہاں دیگر زبانوں کے جو الفاظ ہیں وہ سادہ اور عمدہ ہے۔ دیگر زبانوں کے الفاظ سے ان کا مقصد صرف مزاح پیدا کرنا نہیں بلکہ معاشرتی اصلاح بھی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ضمیر جعفری ، ضمیریات ، جہلم : بک کارنز ، س ن ، ص ۱۵
۲۔ ضمیر جعفری ،سید، کتابی چہرے ، راولپنڈی : نیرنگ خیال پبلشرز،۱۹۸۶ء، ص
۳۔ ضمیر جعفری، ضمیریات، ص۱۷
۴۔ ضمیر جعفری، مسدس بدحالی، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء، ص۶
۵۔ ضمیر جعفری، ضمیریات، ص۲۱
۶۔ ایضاً، ص۵۰
۷۔ ایضاً، ص۵۵
۸۔ ضمیر جعفری، مسدس بدحالی، ص۱۵
۹۔ ایضاً، ص۱۵
۱۰۔ ایضاً، ص۱۵
۱۱۔ ضمیر جعفری، ضمیریات، ص۱۴
۱۲۔ ایضاً، ص۴۱
۱۳۔ ایضاً، ص۷۷
۱۴۔ ضمیر جعفری، مسدس بدحالی، ص۳۴
۱۵۔ ضمیر جعفری، سرگوشیاں، جہلم: بک کارنز، س ن، ص۱۱
۱۶۔ ایضاً، ص۶۰
۱۷۔ ایضاً، ص۴۷

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

۱۸۔ ایضاً، ص۱۱۸

۱۹۔ دلاور فگار، شامت اعمال، بریلی: الیکٹرک پریس، ۱۹۶۴ء، ص ۱۰

۲۰۔ دلاور فگار، خدا جھوٹ نہ بلوائے، کراچی: المسلم پرنٹرز، ۱۹۸۷ء، ص ۳۸۲

۲۱۔ مظہر احمد، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اُردو شاعری میں طنز و مزاح، دہلی: شبانہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص ۱۵۸

۲۲۔ دلاور فگار، آداب عرض، دہلی: اسٹار پبلی کیشنز، ۱۹۶۶ء، ص ۶۵

۲۳۔ ایضاً، ص ۴۴

۲۴۔ دلاور فگار، شامت اعمال، ص ۱۱۳

۲۵۔ دلاور فگار، آداب عرض، ص ۶

۲۶۔ دلاور فگار، شامت اعمال، ص ۳۵

۲۷۔ ایضاً، ص ۲۶

۲۸۔ دلاور فگار، آداب عرض، ص ۳۶

۲۹۔ ایضاً، ص ۳۶

۳۰۔ دلاور فگار، شامت اعمال، ص ۳۳

۳۱۔ ایضاً، ص ۴۱

۳۲۔ دلاور فگار، خدا جھوٹ نہ بلوائے، حیدر آباد: گولڈن پریس، ۱۹۸۹ء، ص ۳۹

۳۳۔ دلاور فگار، شامت اعمال، ص ۲۵

۳۴۔ دلاور فگار، مطلع عرض ہے، حیدر آباد: حسامی بک ڈپو، س ن، ص ۲۶

۳۵۔ مظہر احمد، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اُردو شاعری میں طنز و مزاح، ص ۲۳۳

۳۶۔ دلاور فگار، خدا جھوٹ نہ بلوائے، ص ۳۶۸

۳۷۔ دلاور فگار، آداب عرض، ص ۵۷

۳۸۔ ایضاً، ص ۶۷

۳۹۔ محسن بھوپالی، (مشمولہ) بحوالہ دلاور فگار، کراچی: فرید پبلشرز، ۱۹۹۹ء، ص ۴

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk